تعزیراتِ اسلام

جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب ۔ باغ ۔ آزاد کشمیر

(۹)

نوٹ: اس مضمون کی سابق قسط جون ۱۹۷۸ء (رجب ۱۳۹۸ھ) کے شمارے میں شائع ہوئی

نمبر شمار ۵ ۔ دارالحرب میں قتل موجب قصاص نہ ہوگا ۔

۱ ۔ اگر دارالحرب کے اندر کوئی حربی مسلمان ہو جائے، پھر اس کو کوئی مسلمان دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے سے قبل قتل کر دے تو قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی، الا یہ کہ خطاءً قتل کی صورت میں اس پر کفارہ عائد ہوگا۔[۱]

۲ ۔ اگر قاتل اور مقتول دونوں دارالاسلام سے دارالحرب کے اندر امان لے کر گئے تھے اور وہاں ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو قصاص ساقط ہوگا ۔ البتہ عمداً قتل کرنے کی صورت میں قاتل پر دیت عائد ہوگی جو اپنے مال سے ادا کرے گا۔[۲]

۳ ۔ اگر دونوں مسلمان دارالحرب کے اندر قید ہو گئے ہوں اور اسی دوران اگر ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی، البتہ خطاءً قتل کرنے کی صورت میں قاتل پر کفارہ

---

[۱] احکام القرآن ص ۲۴۱ جلد ۲

[۲] ایضاً نیز البدائع ص ۱۳۱، ۱۳۳، ۲۳۷ جلد ۷ مطبوعہ بیروت ۔

عائد ہوگا۔[۱]

درحقیقت دار الحرب کے اندر مسلمان کے قتل میں فقہاء کا اختلاف ہے اور مذکورہ صور تیں حنفی مسلک کے مطابق ہیں۔ پھر علماء احناف میں تیسری صورت میں اختلاف ہے اور مذکورہ تیسری صورت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں دیت واجب ہے، خواہ قتل عمداً ہو یا خطاً۔[۲]

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قیدیوں کی قید ایک عارضی چیز ہے لہٰذا ان کا حکم مستأمن کا ہوگا جو دار الاسلام سے دار الحرب میں امان لے کر جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ قید ہوگئے تو اہلِ حرب کی قوت وشوکت کے تحت داخل ہو گئے لہٰذا اب یہ اُن کے تابع شمار ہوں گے اس لیے ان کا حکم مستأمن کا نہیں ہے۔[۳]

امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دار الحرب میں کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر دے درآنحالیکہ قاتل کو مقتول کے مسلمان ہونے کا علم نہ ہو، تو قاتل پر کوئی چیز سوائے کفارہ کے عائد نہ ہوگی۔ اگر مسلمان قاتل دوسرے مسلمان کو اس کو مسلمان جانتے ہوئے قتل کر دے تو قاتل پر قصاص عائد ہوگا خواہ مسلمان قیدی ہو یا مستأمن یا دار الحرب میں اسلام قبول کرنے والا۔[۴]

امام ابوبکر جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ شوافعؒ کا موقف صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ" اس آیت میں مومن سے مراد یا تو وہ حربی شخص ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا ہو مگر ہجرت سے قبل قتل ہو گیا ہو جیسا کہ حنفیہؒ فرماتے ہیں یا اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے اقرباء اہلِ حرب سے ہوں۔ آیت میں دونوں معنی متحمل ہیں۔ لیکن جب سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ اگر دار الاسلام کے اندر ایسا مسلمان قتل ہو جائے جس کے اقرباء اہل حرب سے ہوں تو اس کے بارے میں دیت یا قصاص ساقط نہ ہوگا (اور دیت

---

[۱] البدائع ص ۱۳۱، ۱۳۳، ۲۳۷، ج ۷، مطبوعہ بیروت۔

[۲] احکام القرآن للجصاص ص ۲۴۱ ج ۲

[۳] البدائع ص ۱۳۳ ج ۷ ، [۴] ایضاً

بیت المال میں داخل کی جائے گی ۔ لیکن مذکورہ آیت کے اندر جس مسلمان کا ذکر ہے اس کے قتل پر صرف کفارہ ہے، تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد وہی مسلمان ہے جس نے دار الحرب کے اندر اسلام قبول کیا ہو اور ہجرت سے قبل قتل کیا گیا ہو اگر اس پر دیت عائد کریں تو یہ نص کے اندر زیادتی ہوگی جو حرام ہے[1]

نیز یہ کہ یہ مسلمان چونکہ دار الحرب میں مقیم رہا اس لیے دین کے اعتبار سے اگرچہ اہل حرب میں شامل نہیں ہے۔ لیکن دار کے اعتبار سے شامل ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ " مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ " " یعنی جو کسی قوم کی کثرت میں اضافہ کرے وہ اسی میں شمار ہوگا"۔ لہٰذا ایسے مسلمان کی عصمت میں شبہ واقع ہو گیا اور شبہ سے قصاص ساقط ہوگا۔[2] اس لیے احناف "دار الحرب کے اندر اسلام قبول کر کے ہجرت نہ کرنے والے کے قتل پر دیت یا قصاص کی سزا عائد نہیں کرتے۔ اس موقف کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

۱۔ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " جو مشرکین کے ساتھ کھڑا ہو وہ عہد سے بری ہے"۔ (یعنی اب اس کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں ہے) آگے راوی کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان ہوا پھر مشرکین کے ساتھ رہا۔ اگر یہ شخص مارا جائے تو اس کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے[3]

۲۔ عقبہ بن مالک اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کو (جہاد پر) روانہ فرمایا تو اس نے ایک قوم پر حملہ کیا اور اس قوم کا ایک مرد جدا ہو کر بھاگنے لگا جس کے تعاقب میں سریہ کا ایک آدمی تلوار کھینچی ہوئی دوڑا۔ آگے سے اس آدمی نے کہا کہ میں مسلمان ہوں مگر حملہ آور شخص نے اس کے اس قول کے باوجود اس کو قتل کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے انتہائی سخت الفاظ میں ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اس پر قاتل نے کہا کہ اس نے

---

[1] احکام القرآن ص ۲۴۲ جلد ۲

[2] البدائع ص ۲۳۷ جلد ۷

[3] احکام القرآن ص ۲۴۲ جلد ۲

ڈر کے مارے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ مگر اس پر بھی آپؐ نے کئی بار چہرے کو دوسری جانب پھیر لیا۔ اور آپؐ کے چہرہ مبارک پر ناراضی کے آثار نمایاں تھے اور آپؐ نے تین بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں مومن کو قتل کروں[1]۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے مومن ہونے کی خبر تو دی، مگر قاتل پر دیت عائد نہیں کی اس کی بظاہر یہی وجہ ہے کہ مقتول نے اسلام کے بعد ہجرت نہیں کی تھی۔ △

۳۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں ہم کو بھیجا تو ہم نے جہاد میں بھاگتے ہوئے ایک شخص کو پکڑا تو اس نے جلدی سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا، مگر ہم نے اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا کہ یہ ڈر کے مارے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ پھر جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم نے اس شخص کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا کہ وہ ڈر کے مارے کلمہ پڑھ رہا ہے[2]۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ دار الحرب میں مسلمان ہونے کے بعد ہجرت سے قبل اگر اس مسلمان کو قتل کیا جائے تو قاتل پر دیت یا قصاص عائد نہ ہوگا۔

تشریح مسئلہ (الف)

عصمتِ دم کے زوال کے اسباب

عصمت کا زوال دو طرح سے ہوگا:

۱۔ جب کہ سبب عصمت زائل ہو جائے۔

۲۔ یا ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جائے جو خون بہا کو مباح کر لیتے ہیں اور اُن سے مراد وہ جرائم ہیں جن

---

[1] احکام القرآن ص ۲۴۲، ۲۴۳ - ۲۵ [2] ایضاً

△ آج کل کے حالات میں مجرد دار الکفر اور دار الحرب کا فرق واضح کرنا بھی ضروری ہے، نیز مندرجہ حدیث مبارکہ کو یہ امر ذہن میں رکھ کر منطبق کرنا چاہیے کہ آج کہیں ایسا دار الاسلام موجود نہیں ہے جو دُنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنی طرف ہجرت کی دعوت دے، یا جو لوگ مختلف علاقوں سے جس تعداد میں ہجرت کر کے آئیں اُن سب کے لیے مسکن اور معاش کی ذمہ داری لے سکے۔ (ن۔ص)

کی سزا قتلِ نفس یا قطعِ اعضاء متعین ہے اور اس طرح کے جرائم مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ محصن کا زنا کرنا۔

۲۔ قطع الطریق۔

۳۔ قتل یا قطع، عمداً کرنا۔

۴۔ بغاوت۔

۵۔ سرقہ۔

شریعت اسلامیہ میں عصمت دم (یعنی خون کی حفاظت) دو طرح سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک ایمان کے ذریعے سے اور دوسری امان کے ذریعے سے۔ یعنی جو شخص کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کا مال اور نفس محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

" اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ "[1]

"یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں تاوقتیکہ وہ گواہی دیں کہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ان کے خون اور اموال محفوظ ہوں گے، سوائے حق شرعی کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

عصمت کی اس صورت میں تمام مسلمان داخل ہو گئے اور عصمت کی دوسری قسم یعنی امان کے تحت اسلامی حکومت میں رہنے والے سب غیر مسلم داخل ہیں۔ کیونکہ ان سے اسلامی حکومت کا عہد و پیمان ہوتا ہے جس کے بعد ان کی جان و مال کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ

---

[1] مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۔ (سورہ مائدہ آیت: ۱)

" یعنی اے ایمان والو اپنے عہدوں کو پورا کرو "

۲۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (النحل: ۹)

" یعنی اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم عہد کر چکو "۔

۳۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ۔ (الانفال: ۶۱)

" یعنی جب وہ صلح کے لیے بازو پھیلائیں تو تم بھی پھیلاؤ "۔

۴۔ فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ (التوبہ: ۴)

" یعنی ان کے ساتھ عہد کو مدتِ عہد تک پورا کرو "۔

عصمت کی یہ قسم وقتی اور دائمی امان حاصل کرنے والوں (جیسے ذمی) سب کو شامل ہے ۔ البتہ ذمی کی عصمت چونکہ دائمی ہے اس لیے اس کے قتل پر قصاص واجب ہوگا اور عارضی عصمت والوں کے قتل پر تعزیری سزا دی جائے گی، لیکن قصاص نافذ نہ ہوگا اور عصمت کا ازالہ بھی ان دونوں اقسام کے ازالہ سے ہوگا ۔ لہٰذا اسلام سے خروج کرنے سے عصمت زائل ہو جائے گی اور ذمی اور مستامن اور معاہدہ کی عصمت عہد کے بعد ختم ہو جائے گی اور اسی طرح نقضِ عہد سے بھی عصمت زائل ہو جائے گی اور اب ان کا حکم حربی کا حکم ہوگا ۔

تشریح مطلب :-

غیر معصوم الدم اشخاص ۔

مندرجہ ذیل افراد کا دم (یعنی خون) معصوم نہیں ہے ۔

۱۔ حربی ۔

۲۔ مرتد ۔

۳۔ زانی محصن (شادی شدہ زانی مسلمان)

۴۔ قاطع الطریق ۔

۵۔ باغی ۔

۶۔ جس پر قصاص واجب ہو (قصاصِ نفس اور مادون النفس یعنی نفس سے کم دونوں اقسام کو شامل ہے)۔

۷۔ سارق △

تشریح مع نتائج

مذکورہ بالا افراد کے ساتھ قانونی سلوک مندرجہ ذیل تشریح کے مطابق کیا جائے گا۔

۱۔ حربی۔ اگر حربی میدانِ جنگ میں یا غیر میدانِ جنگ میں، حقِ دفاع کے طور پر قتل کیا جائے تو قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی البتہ اگر میدانِ جنگ کے علاوہ کوئی اس کو ظلماً قتل کر دے تو اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

۲۔ مرتد۔ مرتد سے مراد وہ شخص ہے جو دینِ اسلام سے پھر جائے۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ:

(الف) حاکم مجاز اس کو تین دن تک غور کرنے کے لیے مہلت دے پھر اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر اسلام قبول نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔[1]

تین دن کی مہلت دینا شوافعؒ کے نزدیک واجب ہے۔ جب کہ احناف کے نزدیک واجب نہیں ہے۔[2]

(ب) اگر اسلام پیش کرنے سے قبل اس کو کوئی قتل کر دے تو قاتل پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔ اِلّا یہ کہ حاکم مجاز کی اجازت کے بغیر قتل کرنا موجب تعزیر ہوگا۔[3]

(ج) عورت مرتدہ کو قید میں ڈال جائے گا اور قبول اسلام پر اس کو مجبور کیا جائے گا۔ اگر اسلام قبول نہ کرے تو قید میں ہی رہے گی تاوقتیکہ اسلام قبول کرے یا مر جائے۔[4] مرتد عورت کے

---

[1] مَن بدّل دینَہ فاقتلوہ رواہ البخاری عن ابن عباس وھدایہ ص ۶۰۰ ج ۲۔

[2] ھدایہ ص ۶۰۰ ج ۲ [3] ایضاً حاشیہ ۱۱ [4] ایضاً۔

△ یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ جسے چاہے سارق یا باغی یا زانی قرار دے کر اس کا خون بہا دے، بلکہ یہ معاملات عدالت کے فیصلے پر منحصر ہیں اور قانون کی یہ ساری بحثیں عدالت ہی سے متعلق ہیں (ن۔ م)

بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مذکورہ حکم امام ابوحنیفہؒ کا ہے، جب کہ امام شافعیؒ عورت کو بھی ارتداد کی وجہ سے قتل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ دلیل میں فرماتے ہیں کہ حدیث "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ" عام ہے جو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ نیز یہ کہ جب مرد کے اندر مباح الدم ہونے کی علت کفر ہے تو یہ علت عورت کے اندر بھی پائی جاتی ہے لہٰذا اس کو بھی قتل کیا جائے گا [۱]

احناف فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "لا تقتلوا امرأۃً ولا ولیداً" [۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اور بچے کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ لہٰذا عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ بنیادی اصول یہ ہے کہ برائی کے بدلے کے لیے درحقیقت آخرت کا گھر ہے۔ دنیا میں کسی جرم پر جو سزا دی جائے گی۔ یہ دراصل ان مصالح کی بناء پر دی جاتی ہے جن کے فوائد ہماری طرف عود کر آتے ہیں، جیسے قصاص، حدِ قذف، حدِ شربِ خمر، اور حدِ سرقہ میں دی جانے والی سزاؤں کے منافع ہم سب کو پہنچتے ہیں۔ ہمارے اموال اور ہماری عزتیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی طرح ارتداد سے جو قتل واجب ہوتا ہے تو یہ کفر کی جزاء کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ دفعِ شر کے طور پہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ شخص فساد فی الارض کا باعث ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے جنگ و قتال پہ آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کام کی صلاحیت چونکہ مرد کے اندر ہوتی ہے اس لیے اس کا قتل کرنا ضروری ہے۔ اور عورت میں جنگ و قتال کی صلاحیت مرد جیسی نہیں ہوتی اس لیے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید میں ڈالا جائے گا، تاوقتیکہ اسلام قبول کر لے یا مر جائے۔ البتہ اگر کوئی عورت مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی اور منصوبے تیار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو تو اس کو تعزیری طور پر قتل کیا جائے گا [۲] اور حدیث مذکورہ میں دوسری حدیث سے تخصیص ہو چکی ہے۔

۳۔ (و) زانی محصن۔

زانی محصن کو قتل کرنے سے قاتل پہ کوئی چیز عائد نہ ہو گی، اس لیے کہ زنا کرنے سے زانی معصوم

---

[۱] ہدایہ ص ۶۰۰ ج ۲ والبدائع ص ۱۳۵ ج ۷، باب احکام المرتدین [۲] ایضاً

نہیں رہا تھا۔ یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔

البتہ حاکم مجاز کے حکم کے بغیر قتل کرنا موجب تعزیر ہوگا۔

(ب) زانیٔ غیر مُحصن۔

زانی غیر مُحصن کو قتل کرنا موجب قصاص ہوگا، کیونکہ زانی غیر محصن کی سزا قتل نہیں ہے[1]۔

(ج) حالتِ زنا میں قتل۔

زنا کرنے کی حالت میں زانی کو قتل کرنا موجبِ قصاص نہ ہوگا۔ خواہ وہ مُحصن ہو یا غیر مُحصن۔ یہی حکم لواطت کا بھی ہے۔ البتہ قاتل کے حق میں ان کا قتل کرنا اس وقت مباح ہوگا، جب کہ وہ چیخ و پکار کر کے منع کرنے سے باز نہ آئیں[2]۔

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن صبح کا کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا جس کے ہاتھ میں خون آلود تلوار تھی۔ اس آدمی کے پیچھے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ہمارے شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیوی کی رانوں کے درمیان تلوار ماری ہے۔ اگر وہاں کوئی آدمی ہوا تو میں نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس شخص نے تلوار ماری جس سے اس کی بیوی کی رانیں کٹ گئیں اور ہمارے آدمی کو کمر میں ضرب لگی جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتل سے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسے فعل کا ارتکاب کریں تو تو بھی اسی طرح کر[3]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حالتِ تلبس یعنی حالت زنا کے دوران قتل کرنا موجب سزا نہیں ہے۔

---

[1] الدر المختار ص ۳۷۱ جلد ۵ [2] ایضاً

[3] المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر ص ۳۵۳ ج ۱۰ مدینہ منورہ۔

(د) زانی کے قتل میں ضروری نہیں کہ اُس کو بیوی کے ساتھ زنا کرتے دیکھے تو اس صورت میں اس کو قتل کرنا جائز ہوگا بلکہ اجنبی عورت کے ساتھ بھی زنا کی حالت میں، زانی کا قتل مباح ہوگا۔[1]

درحقیقت اس طرح کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقاضا ہے۔ اس میں کسی عورت کی تخصیص نہیں ہے۔[2]

(ھ) زنا اور لواطت میں مفعول اگر مجبور ہو تو اس کو قتل کرنا موجب قصاص ہوگا ورنہ نہیں۔[3]

۴۔ قاطع الطریق:۔ اس سے متعلقہ احکام حصہ دوم میں گذر چکے ہیں۔

۵۔ باغی۔

باغی کی تعریف۔

ا۔ اگر مسلمانوں کی کوئی بڑی اور طاقت والی جماعت مسلمانوں کے برحق امام کے خلاف خروج کرکے اس کی اطاعت سے بغیر کسی سبب شرعی سے نکل جائے تو کہا جائے گا کہ یہ باغی جماعت ہے۔ اور باغی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے پاس بغاوت کرنے کی کوئی تاویل ہو۔[4]

ب۔ اگر وہ بغیر کسی تاویل کے ملک میں فساد برپا کرتے پھریں تو ان کا حکم قاطع الطریق کا ہوگا۔

باغیوں کی سرکوبی

ج۔ (۱) امام الوقت کو باغیوں کے اجتماع اور جتھا بنانے سے قبل اگر ان کی تیاری کا علم ہو جائے تو امام کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا اسلحہ چھین لے اور اُن کو توبہ کرنے تک قید رکھے مگر اس صورت میں ان سے جنگ کرنے کی ابتدا نہ کرے۔[5]

(۲) اگر وہ اجتماع اور جتھہ بندی کر چکے تھے کہ امام کو اطلاع ملی تو ایسی صورت میں ان سے

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار ص ۲۷۱ جلد ۵ بولاق مصر۔

[2] ایضاً والمغنی ص ۳۵۳ جلد ۱۰ [3] ایضاً

[4] ملخصاً رد المحتار ص ۳۱۸ باب البغاۃ جلد ۳ والبدائع ص ۱۴۰ و ۱۴۱ جلد ۷

[5] البدائع ص ۱۴۰ جلد ۷۔

قتال کی ابتدا جائز ہوگی البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلے ان کے شبہات کو دور کیا جائے اور اُن کو توبہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جائے اگر باز نہ آئیں تو اُن سے قتال کیا جائے۔[1]

۴۔ باغیوں کا مال تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

باغیوں کے اموال کو ان کی توبہ کرنے تک روکا جائے گا اور توبہ کے بعد ان کو واپس کیا جائے گا اور اُن کے اسلحہ سے بوقت ضرورت استفادہ جائز ہوگا۔[2]

۵۔ باغیوں کا آپس میں قتل کرنا موجب قصاص نہ ہوگا۔[3]

۶۔ جن باغیوں پر قصاص واجب ہوتا ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۷۔ سارق۔

سارق کا جو عضو قطع میں مطلوب ہو اگر اُسی عضو کو کوئی شخص حاکم مجاز کے فیصلے سے قبل قطع کر دے تو قاطع پر عمد کی صورت میں قصاص اور خطا کی صورت میں دیت کی سزا نافذ ہوگی۔ البتہ اگر اسی عضو کو فیصلہ قطع کے بعد کوئی قطع کر دے تو قاطع پر کوئی چیز عائد نہ ہوگی۔[4] البتہ حاکم مجاز کے حکم کے بغیر قطع کرنا موجب تعزیر ہوگا۔

۱؎ ہدایہ ص ۶۰۸ جلد ۲ باب البغاۃ۔

۲؎ الدرالمختار ص ۳۲۱ جلد ۳۔

۳؎ ردالمحتار ص ۳۲۱ جلد ۳۔

۴؎ ردالمحتار ص ۲۱۴ جلد ۳۔